اهدائی
بسم الله الرحمن الرحیم ... اسلامی
بنیاد بعثت
تهران- خیابان سمیه- بین شهید مفتح و فرصت
۱۲۷۷

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

تالیف: حضرت آیت اللہ علی مشکینی اردبیلی مدظلہ

ترجمہ: سید فیاض حسین نقوی

لاتترکوا الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فیولی علیکم اشرارکم ثم تدعون فلا یستجاب ـــــ

اے مسلمانو! امر بہ معروف اور نہی از منکر ترک نہ کرو۔ اور اگر تم نے یہ فریضہ بھی ترک کر دیا تو تم پر اشرار اور فاسد لوگ مسلط ہو جائینگے پھر تم ان سے رہائی کیلئے دعا مانگو گے لیکن قبول نہیں ہوگی ـــ

ـــــ علی علیہ السلام ـــــ

کتاب : امر بالمعروف و نہی عن المنکر

مصنف : حضرت آیت ... علی مشکینی مد ظلہ

مترجم : سید فیاض حسینی نقوی

خطاطی : سید کاظم حسینی

نشر اول : ادارہ تعلیمات قرآن ـ لاہور

نشر دوم : واحد تبلیغات خارج کشور ـ بنیاد بعثت

تہران ـ خیابان سمیہ بین مفتح و فرصت

تلفن : ۸۲۱۱۵۹ ـ ۸۲۲۲۴۴ ـ ۸۲۲۳۷۴

عرضِ مترجم

زیرِ نظر کتاب تحریکِ انقلابِ اسلامی ایران کی ممتاز مذہبی و سیاسی شخصیت حضرت آیۃ اللہ علی مشکینی مدظلہ العالی کی کتاب ــــ امر بہ معروف و نہی از منکر ــــ کا ترجمہ ہے۔

مؤلف محترم نے فارسی زبان میں یہ کتاب چونکہ علماء اور عوام دونوں کے استفادہ کیلئے تحریر فرمائی ہے، لہذا جہاں سادہ اور عام فہم ہے وہاں علم اصول فقہ اور فقہ کی علمی اصطلاحات سے بھی خالی نہیں۔

حقیر نے کتاب کو زیادہ سے زیادہ عام فہم اور آسان بنانے کیلئے بعض اصطلاحات کی حاشیہ میں مختصر وضاحت کر دی ہے، بعض فصلوں اور مطالب کی ترتیب میں مختصر سی تبدیلی کی ہے۔ اور اسیطرح بعض مقامات پر پوری عبارت کا خلاصہ آسان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

اپنی تمامتر خامیوں کا معترف ہوتے ہوئے اس کتاب کو ادارہ تعلیمات قرآن کیطرف سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ ہم سب کو تعلیمات اسلامی سے آشنا ہونے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید فیاض حسین نقوی

فہرست مطالب

۱۔	معروف اور منکر کا معنی اور مفہوم	۵
۲۔	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت آیات کی رو سے	۷
۳۔	امر ونہی کی اہمیت روایات کی رو سے۔	۱۰
۴۔	معروف و منکر کی اقسام۔	۱۸
۵۔	آیا خداوند عالم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے؟۔	۲۰
۶۔	امر بالمعروف واجب عینی ہے یا کفائی؟	۲۵
۷۔	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط۔	۳۳
۸۔	آیا مختصر نقصان کیوجہ سے امر ونہی کا وجوب ختم ہوجاتا ہے؟	۴۰
۹۔	آیا امر ونہی بجالانے والے کیلئے عادل اور واجبات کا پابند ہونا ضروری ہے؟	۴۴
۱۰۔	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراتب۔	۴۶
۱۱۔	آیا امر ونہی کے مراتب کا لحاظ کرنا ضروری ہے؟	۵۱
۱۲۔	آیا امر ونہی کرنے کیلئے حاکم شرع کی اجازت ضروری ہے؟	۵۶
۱۳۔	آیا جامع الشرائط مجتہد حدود وتعزیرات کا اجراء کرسکتا ہے؟	۵۹
۱۴۔	حدود وتعزیرات کے اجراء میں لوگوں کا وظیفہ۔	۷۱

پہلی فصل

معروف اور منکر کا مفہوم

معروف:

یعنی پہچانا ہوا ، اور مراد وہ عمل ہے جو عقل اور شرع کے نزدیک نیک اور اچھا سمجھا گیا ہو۔ پس "معروف" ہر اس عمل کو شامل ہے جو شرعاً واجب یا مستحب ہو، یا عقلاً نیک و مطلوب ہو۔ گرچہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دو عنوان یعنی مطلوبِ شرعی اور محبوبِ عقلی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے کہ ہر مطلوب شرعی، محبوب عقلی اور ہر محبوب عقلی، مطلوب شرعی ہے۔ لیکن بعض موارد نادرہ میں یہ دو عنوان ایک دوسرے سے جدا ہیں کہ علم اصول میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[1]

---

[1]: علم اصول میں ایک مسئلہ (کلما حکم بہ العقل حکم بہ الشرع وکلما حکم بہ الشرع حکم بہ العقل) کے عنوان سے بیان ہوا ہے۔

مُنکر

معروف کے مقابلہ میں منکر، یعنی ناشناختہ اور نہ پہچانا ہوا۔ یعنی وہ عمل جو شریعت اسلامیہ میں نیک اور اچھا نہ سمجھا گیا ہو بلکہ اسے برا اور مبغوض کہا گیا ہو۔ یا عقلاً اسکو قبیح اور ناروا احساب کیا گیا ہو۔

راغب اصفہانی منکر کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "منکر وہ عمل ہے کہ فکر و عقل سلیم اس کی بدی پر قضاوت کرے۔ یا اگر عقل اس کے حسن و قبح کا فیصلہ نہ کرے تو اسلامی قوانین اس کی برائی کا حکم کریں"

اس بیان کے مطابق منکر محرمات اور مکروہات دونوں کو شامل ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ کہ "معروف" کا معنی نیک عمل اور منکر کا معنی برا کام، اسی طرح "امر" کا معنی حکم دینا اور "نہی" کا معنی روکنا اور منع کرنا ہے "امر بالمعروف" کا معنی نیک عمل بجالانے کا حکم دینا اور "نہی عن المنکر" کا معنی برے کاموں سے روکنا ہے۔

دوسری فصل

امر و نہی کی اہمیت آیات کی رُو سے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت اور ضرورت پر بطور دلیل مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

آیت ا۔ ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون (سورة آل عمران آية ١٠٤)

اور لازم ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں جو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے منع کریں اور وہی (پوری پوری) فلاح پانے والے ہیں

اس مقام پر تین اہم مسئلے مطرح ہیں۔

مسئلہ ا:۔ جاہلوں کی ھدایت و راھنمائی خواہ کافر ہوں، یا مؤمن، انکی جہالت اصول دین (باطنی ایمان و اعتقاد) میں ہو، یا فروع دین (عملی و ظاہری احکام) ہیں، اور یہ انبیاء علیہم السلام کے

اهداف واصول میں سے بنیادی هدف واصل ہے۔ بلکہ اگر شریعت اور قوانین الٰہی میں بھی اس کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو ہر انسان کی عقلِ سلیم اور فکرِ مستقیم حکم کرتی کہ ہر بابصیرت کو چاہیئے کہ اپنی نوع میں سے بے بصیرتوں کو بابصیرت بنائے اور فکری اور عملی مراحل میں ان کا راہنما ہو۔

مسئلہ ۲:۔ جب کوئی شخص ایک عمل کے حسن، اور اس چیز سے کہ خداوند عالم نے ہر نیک عمل کے انجام دینے کا حکم دیا ہے، مطلع ہونے کے باوجود بھی اگر "نیک عمل" کی مخالفت پر آمادہ ہو جائے تو ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے کہ اسے نیک عمل کی ترغیب دلائے اور اس کے انجام دینے پر آمادہ کرے۔

مسئلہ ۳:۔ اگر کوئی شخص ایک عمل کی برائی اور یہ کہ خداوند عالم نے اس سے منع کیا ہے، آگاہ ہونے کے باوجود مرتکب ہونا چاہے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اُسے اس کام سے باز رکھے۔

یہ تین مسئلے ہیں۔ پہلے مسئلہ کا نام " ارشادِ جاہل" یعنی جاہل کی راهنمائی، دوسرے کا نام " امر بالمعروف" یعنی نیکی کا حکم کرنا، اور تیسرے مسئلہ کا نام " نہی عن المنکر" ہے یعنی برائی سے روکنا اور آیت شریفہ بھی مذکورہ تین مسائل کو بیان کر رہی ہے۔ اگرچہ کہا جا

سکتا ہے کہ پہلا جملہ " یدعون الی الخیر " عام ہے اور تینوں مسئلوں کو بیان کر رہا ہے، اور اسی طرح دوسرا جملہ ممکن ہے پہلے اور دوسرے مسئلہ کے بیان کے لئے ہو۔

آیت ۲ کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله (آل عمران آیه ۱۱۰)

(جو امتیں لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئیں ان میں سے تم سب سے بہتر ہو اور وہ اس وجہ سے ہے کہ تم نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

آیت ۳ الذین ان مکناهم فی الارض اقاموا الصلوة وآتوا الزکاة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنکر (سورۂ حج آیه ۴۲)

(وہ لوگ جو اللہ کی نصرت کرتے رہیں اور اللہ ان کی مدد کرتا ہے)، وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت وقوت عطا کریں تو وہ نماز قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دینگے، نیک کاموں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔

امرونہی کی اہمیت روایات کی رُو سے

روایت ۱ :- پیغمبر اسلام فرماتے ہیں: جس دن میری امت کے لوگ فریضۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک دوسرے پر ڈالنے لگ جائیں تو انہیں عذاب خدا کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ [1]

روایت ۲ :- پیغمبر اکرم فرماتے ہیں: خداوند عالم اس ناتواں مؤمن کو جو دین نہیں رکھتا، دشمن سمجھتا ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا: یا حضرت! وہ ضعیف مؤمن کون ہے جو بے دین ہو؟ فرمایا: وہ جو لوگوں کو برے اعمال سے نہ روکے۔ [2]

---

[1]: ج ۱۱ وسائل باب اول من ابواب الامر والنهی حدیث ۵ «اذا امتی تواکلت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فلیأذنوا بوقاع من الله» .

[2]: مدرك سابق حدیث ۱۳ـ «ان الله لیبغض المؤمن الضعیف الذی لادین له ، فقیل: وما المؤمن الضعیف الذی لادین له : قال : الذی لاینهی عن المنکر» .

روایت ۳ :۔ جب تک میری امت کے لوگ "امر بہ معروف اور نہی از منکر" اور نیک کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہینگے خیر و برکت انکے شامل حال رہیگی اور جب اسکو ترک کر دینگے خیر و برکت ان سے اٹھا لی جائیگی، وہ ایک دوسرے پر مسلط ہو جائیں گے اور زمین و آسمان میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا [۱]

روایت ۴ :۔ ایک شخص نے رسولخداؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے، بہترین اسلام کیا ہے؟ فرمایا: ایمان باللہ۔ عرض کی: اسکے بعد؟ فرمایا: صلہ رحمی۔ سوال کیا، اسکے بعد؟۔ فرمایا: امر بہ معروف و نہی از منکر [۲]

---

[۱] باب اول حدیث ۱۸: «لاتزال امتی بخیر ماأمروا بالمعروف ونهوا عن المنکر، وتعاونوا علی البر، فاذالم یفعلوا ذلك نزعت منهم البرکات، وسلط بعضهم علی بعض، ولم یکن لهم ناصر فی الارض ولا فی السماء».

[۲] حدیث ۱۱ – «یارسول الله اخبرنی ما افضل الاسلام؟ قال: الایمان بالله، قال: ثم ماذا؟ قال: صلة الرحم، قال ثم ماذا؟ قال: الامر بالمعروف والنهی عن المنکر.

روایت ۵ :- حضرت علیؑ فرماتے ہیں : جو شخص دل و زبان سے برائیوں کا انکار نہ کرے وہ زندوں میں چلتا پھرتا مردہ ہے۔ ؎۱

روایت ۶ :- علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا : تم میں سے گذشتہ لوگوں کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ لوگ معصیت کرتے تھے، علماء اور عابد انکو نہیں روکتے تھے اور جب وہ اس حالت پر باقی رہے اور علماء اور عابدوں نے انکو اس سے نہ روکا تو سب پر خدا کا عذاب نازل ہوا، پس تم نیکیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے روکو، آپکو علم ہونا چاہیئے کہ یہ دو عمل — امر بہ معروف و نہی از منکر — نہ کسی کی موت کو نزدیک اور نہ کسی کے رزق کو قطع کرتے ہیں۔ ؎۲

؎۱ : باب ۳ حدیث ۴ : «قال امیر المؤمنین علیہ السلام : من ترك انكار المنكر بقلبه ولسانه فهو ميت بين الاحياء»

؎۲ : باب ۱ حدیث ۷ : «انما هلك من كان قبلكم حيثما عملوا من المعاصي ولم ينههم الربانيون و الاحبار عن ذلك ، وانهم لما تمادوا في المعاصي ولم ينههم الربانيون والاحبار عن ذلك نزلت بهم العقوبات ، فأمروا بالمعروف

روایت ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: اے لوگو! عبرت حاصل کرو ان مواعظ اور نصیحتوں سے جو خدا نے اپنے محبوب بندوں کو علماء یہود کی مذمت کے ضمن میں فرمائی ہیں۔ جب فرمایا (کیوں علماء یہود نے ملت یہود کو بری باتوں سے نہیں روکا، ان علماء نے کتنا برا کیا ہے)۔ خداوندِ عالم نے اس وجہ سے ان کی مذمت کی کیونکہ وہ ظالموں سے فساد اور برے کاموں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود لالچ کے طور پر یا خوف کی وجہ سے ان کو منع نہیں کرتے تھے۔ جب کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے: "لوگوں سے مت ڈرو، فقط مجھ سے ڈرو"۔ اور خدا فرماتا ہے مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں؛

خداوندعالم نے پہلے ان دو فریضوں (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کا ذکر فرمایا، کیونکہ ذاتِ احدیت کے علم میں تھا کہ اگر ان دو فریضوں پر عمل کیا جائے تو باقی فرائض و واجبات الٰہی خواہ آسان

وانهوا عن المنكر واعلموا ان الامر بالمعروف و النهى عن المنكر لن يقربا اجلا ولن يقطعا رزقاً» .

ہوں یا مشکل، ادا ہو جائینگے۔ کیونکہ امر بمعروف اور نہی از منکر، اسلام کی طرف دعوت، رد مظالم، ظالموں کی مخالفت، اموال اور غنائم کی تقسیم صدقات کا جمع کرنا اور مستحقین میں تقسیم کرنا ہے [1]

[1] وسائل باب ۲ حدیث ۹ ۔

قال الحسين عليه السلام : « اعتبروا ايها الناس بما وعظ الله به اوليائه من سوء ثنائه على الاحبار اذيقول لولاينهاهم الربانيون والاحبار من قولهم الاثم . . لبئس ماكانوا يفعلون و انما عاب الله ذلك عليهم لانهم كانوا يرون من الظلمة المنكر والفساد فلاينهونهم عن ذلك رغبة فيما كانوا ينالون منهم ورهبة مما يحذرون.

والله يقول فلاتخشوا الناس واخشون .

وقـال و المؤمنون و المؤمنات بعضهم اولياء بعض يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر فبدء الله تعالى بالامر بالمعروف والنهى عن المنكر و هما فريضة منه لعلمه بانها اذاادیت واقمیت استقامت الفرائض كلها*

روایت ۸ :۔ امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: امر بہ معروف ونہی از منکر ایک عظیم فریضہ، اور تمام واجبات وفرائض کے قوام وپائداری کا سبب ہے، امر بہ معروف ونہی از منکر روش اور طریقۂ انبیاء، راہ ورسم صلحاء ایسا عظیم فریضہ جسکی وجہ سے دیگر تمام فرائض ادا، راستے با امن، کسب وتجارت حلال، رد مظالم، آبادی زمین، دشمنوں سے انتقام اور دیگر تمام امور صحیح ہوتے ہیں۔

پس اے لوگو! منکر (برائی) کو تہ دل سے مبغوض اور اپنی زبان سے محکوم اور برا کہہ کر برائی کرنے والوں کے منہ پر سخت طمانچہ لگاؤ اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ پس اگر وہ تمہاری نصیحت قبول کر کے راہ حق پر آگئے تو کسی کو ان پر اپنی حکومت جمانے کا حق نہیں ہے کیونکہ سلطنت وحکومت ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغاوت اور تجاوز کرنا چاہتے ہیں۔ اور انکے لئے دردناک عذاب ہے۔ پس تم بدن سے ان کے ساتھ جہاد کرو۔ اور دلی طور پر انکو مبغوض اور دشمن سمجھو، لیکن نہ

---

* هينها وصعبها وذلك ان الامر بالمعروف و النهى عن المنكر دعاء الى الاسلام مع رد المظالم و مخالفة الظالم وقسمة الفيء والغنائم واخذ الصدقات من مواضعها ووضعها في حقها .

سلطنت حاصل کرنے کی خاطر اور نہ ظلم کے ذریعہ کامیابی کے قصد سے) شاید وہ خدا کی اطاعت کریں اور اسکے فرمان کے سامنے تسلیم ہو جائیں [1]

روایت ۹:- امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص، ظالم اور جائر حاکم کے پاس جاکر اس کو اطاعت خدا کی

---

[1] باب ۱ ـ حدیث ۶ و باب ۳ حدیث ۱ :

«ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر فریضة عظیمة بها تقام الفرائض . . . ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر سبیل الانبیاء ومنهاج الصلحاء فریضة عظیمة بها تقام الفرائض و تأمن المذاهب ، وتحل المکاسب ، و ترد المظالم ، و تعمر الارض ، و ینتصف من الاعداء ، و یستقیم الامر ، فانکروا بقلوبکم ، والفظوا بالسنتکم ، وصکوا بها جباههم ولا تخافوا فی الله لومة لائم فان اتعظوا والی الحق رجعوا فلاسبیل علیهم انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب الیم ، هنالك فجاهدوهم بابدانکم وابغضوهم بقلوبکم غیر طالبین سلطانا ولا باغین مالا ، ولا مرید بن بالظلم ظفرا ، حتی یفیئوا الی امر الله ویمضوا علی طاعته» ،

دعوت دے، نصیحت کرے اور عذاب الٰہی سے ڈرائے تو اس کے نامۂ اعمال میں (معصومینؑ کے سوا) تمام جن وانس کے ثواب کے برابر اجر لکھا جائے گا۔ [1]

روایت ۱۰ :۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:.... افسوس ہے اس قوم پر جو امر بہ معروف ونہی از منکر کو اپنا آئین اور وظیفہ نہ سمجھے۔ [2]

---

[1]: باب ۳ حدیث ۱۱ «عن ابی جعفر علیہ السلام قال: من مشی الی سلطان جائر فامره بتقوی‌الله ووعظه وخوفه کان له مثل اجر الثقلین الجنّ والانس ومثل اعمالهم.

[2]: باب اول حدیث اول «عن ابی جعفر و ابی عبدالله علیہما السلام ویل لقوم لایدینون الله بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر».

تیسری فصل

معروف ومنکر کی اقسام

اس بیان کے مطابق جو دوسری فصل میں گذرچکا ہے، معروف ومنکر میں سے ہرایک کی دو قسمیں ہیں۔ معروف واجب اور معروف مستحب، منکر حرام اور منکر مکروہ، لیکن بلا اشکال معروف واجب کا حکم کرنا اور منکر حرام سے منع کرنا مندرجہ ذیل ادلہ کی رو سے واجب ہے۔

۱۔ اجماع واتفاق تمام علماء (سنی وشیعہ)۔ اور یہ اتفاق کاشف رائے معصوم ہے اور رائے معصوم لوح محفوظ اور ارادہ پروردگار کا آئینہ ہے[۱]

---

[۱]: ہمارے نزدیک ہر اجماع (اتفاق) حجت نہیں بلکہ اگر اجماع کاشف رائے معصوم ہو تو حجت ہے ورنہ حجت نہیں بخلاف اہلسنت کے (مترجم)

۲۔ حکم وقضاوت عقل سلیم۔ جیساکہ آیۂ اول کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

۳۔ آیۂ " ولتکن منکم امۃ تا آخر " آیۂ مذکورہ میں " ولتکن " امر ہے جو دلالت کررہا ہے کہ اس فریضہ کو انجام دینا واجب ہے۔ لیکن دوسری آیات مذکورہ سے " امر بہ معروف ونہی از منکر " کا وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کی دلالت فقط رجحان پر ہے۔

۴۔ اکثر معتبر روایات جو سابقاً ذکر ہو چکی ہیں " امر بہ معروف و نہی از منکر " کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔

۵۔ امر بہ معروف ونہی از منکر کا وجوب شرعی، طرق کے علاوہ عقلاً بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ جس طرح خداوند عالم پر انسانیت وبشریت کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل بھیجنا، آسمانی آئین، اعتقادی، اخلاقی اور عملی احکام کا نازل کرنا عالموں کو جاھلوں کی ہدایت کا حکم کرنا از راہ لطف لازم ہے۔ اس طرح خداوند عالم کی حکمت اور رحمت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے بندوں پر واجب قرار دے کہ ایک دوسرے کو واجبات کے انجام دینے پر آمادہ کریں اور محرمات کے ارتکاب سے روکیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دو عنوان " امر بہ معروف ونہی از منکر " ان

عناوین میں سے ہیں جو پورے دین پر ناظر اور اسکی حفاظت کے ضامن ہیں لہذا ان مصالح کی بنا پر جو شرعی قوانین کی بنیاد ہیں، لطف خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں لازم و واجب قرار دیا جائے۔

مؤید مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے انکے مشابہ امور کو انجام دیا ہے۔ مثلاً دین و احکام دین کی حقانیت پر ادلہ و براھین قائم کرنا، انبیاء کو اپنی رسالت و حقانیت ثابت کرنے کیلئے معجزات عطا کرنا، وعدہ وعید بیان کرنا انجام واجبات پر اجر و ثواب اور ارتکاب محرمات پر عذاب وعقاب ذکر کرنا اور بالآخر ان تمام امور کا بیان کرنا جو امر بمعروف ونہی از منکر کی طرح دین و قوانین الٰہی کی حفاظت کے ضامن ہیں۔ البتہ یہ حکم عقل اس ایجاب عقلی سے مختلف ہے جو دوسری دلیل میں ذکر ہوا ہے چونکہ دوسری دلیل کا مطلب خود مکلف پر وجوب عقلی کا اثبات ہے۔ جبکہ اس دلیل کا مفہوم حکم عقل سے وجوب الٰہی کشف کرنا ہے۔

تبصرہ آیا خداوند عالم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہے؟

س: آیا خود پروردگار، امر بمعروف ونہی از منکر فرماتا ہے یا خیر؟ اگر جواب مثبت ہے تو آیا ان تمام مراحل کو جنکی بعد میں بحث ہوگی انجام دیتا ہے یا بعض کو؟۔

ج ؛ خداوند عالم نے تمام واجبات و مستحبات کا جو معروف کے مصادیق میں سے ہیں، واجب یا مستحب کے عنوان سے حکم فرمایا ہے اور تمام محرمات و مکروہات سے جو منکر کے مصادیق سے ہیں منع کیا ہے۔ پس خداوند عالم خود ہر معروف و نیکی کا آمر "حکم کرنیوالا" اور ہر منکر و برائی سے ناہی "روکنے والا" ہے۔

دوسرے لفظوں میں اوامر اور نواہیٔ خداوند، بعینہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر خداوند ہے۔ لیکن امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مراحل جو دوسروں کے بارے میں متصور ہیں، خداوند عالم سے متعلق "قانونِ لطف کے مطابق" مندرجہ ذیل امور ہیں؛

۱۔ احکام و قوانین بنانا "خواہ واجب اور مستحب ہوں یا حرام اور مکروہ"۔

۲۔ قوانین کا انبیاء و اوصیاء عظام کے ذریعہ تمام لوگوں تک پہنچانا اگرچہ کہ ہر فرد تک پہنچانا لازم نہ ہو تو کم از کم ان میں سے اُن بعض تک پہنچانا کہ جن کے ذریعہ دیگر طالبانِ دین و حقیقت تک پہنچ جائے۔

۳۔ اصلی و بنیادی قوانین کے اجرا کی خاطر، ناظر و ضامنِ اجرا قوانین بنانا،

مثلاً جو ان اصلی قوانین کے عالم ہیں ان پر دوسروں (جاہلوں) کے لئے بیان کرنا واجب ولازم اور چھپانا حرام قرار دینا۔

۴۔ اعمال پر سزا و جزا (ثواب و عقاب) قرار دینا اور انکا وعدہ وعید کی صورت میں بیان کرنا۔

کتاب الٰہی قرآن مجید کیطرف مراجعہ کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تمام مراحل خداوند عالم کی طرف سے بطور احسن انجام ہوئے ہیں۔

لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا آخری مرحلہ یعنی مکلف کو تکوینی طور پر انجام واجبات اور ترک محرمات پر وادار کرنا، بلاتردید یہ مرحلہ خداوند عالم سے محقق نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہیئے کیونکہ خدا کی طرف سے اس طرح ارادۂ تکوینی کا ہونا باعث بنتا ہے کہ مکلفین سے ارادہ و اختیار سلب ہو جائے اور یہ مطلب عقائد کی رو سے مسلماً باطل اور غیر صحیح ہے جیساکہ قرآن فرماتا ہے :. . . (و لو شاء ربك لآمن من في الارض كلهم جميعاً أفانت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين) اگر تیرے پروردگار کی مشیتّ حتمی اور ارادہ تکوینی ہو تو روئے زمین کے رہنے والے تمام ایمان لے آئیں (لیکن خداوند ایسا نہیں کرتا) پس اے پیغمبرؐ!! آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کریں ؟۔"

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اگر فعل یا ترک پر اجبارِ تکوینی، سلبِ اختیار کا باعث ہے تو یہ اشکال اس صورت میں بھی وارد ہے جب ایک انسان دوسرے انسان کو انجام واجب یا ترک حرام پر مجبور کرے چونکہ اجبارِ خالق اور اجبارِ مخلوق میں کوئی فرق نہیں اور بلا تردید کم از کم حاکم اسلامی پر اجبارِ تکوینی واجب ہے۔ پس سلبِ اختیار والا اشکال تکلیف لازم کی صورت میں باقی رہتا ہے۔

جواب : ارادۂ تکوینی خداوند اور ارادۂ تکوینی بشر میں، حاکم ہو یا غیر حاکم، واضح فرق ہے۔ کیونکہ ارادۂ خداوند مراد سے تخلف نہیں کرتا (یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ خداوند کسی چیز کا ارادہ کرے اور وہ نہ ہو) لہذا مکلف سے سلبِ اختیار کا باعث ہے۔ لیکن ارادۂ بشر اس طرح نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بشر جو اس امر پر موظف ہے، ترک یا فعل مکلف سے مطلع نہ ہو۔ یا وہ بھی اپنے وظیفہ کو انجام نہ دے۔ شاھد مطلب، لوگوں سے اتنا زیادہ مخالفت اور عصیان کا واقع ہونا ہے۔ جبکہ حدود و تعزیرات اسلامی شارع کیطرف سے بیان ہو چکی ہیں۔ اور بعض زمانوں میں انکا اجرا بھی ہوا ہے۔ علاوہ ازیں کسی عمل پر سزا قرار دینا (اس عمل سے روکنے کا باعث تو ہے) لیکن عمل کو اختیاری ہونے سے خارج نہیں کرتا۔

س : آیا عملِ مستحب پر امر بالمعروف اور عملِ مکروہ پر نہی عن المنکر

واجب ہے یا نہ ؟

ج ؛ مستحب عمل پر امر بالمعروف (یعنی اسکے بجالانے کا حکم) اور عمل مکروہ پر نہی عن المنکر (یعنی اس سے روکنا) واجب نہیں ۔ کیونکہ اولاً علما کا اتفاق و اجماع ہے کہ واجب نہیں اور ثانیاً عقلاً بھی یہ معقول نہیں کہ واجب ، مستحب یا مباح یا مکروہ کا مقدمہ ہو ۔ اور دوسرے لفظوں میں شخص حکیم کے لئے صحیح نہیں ہے کہ کسی عمل کو فقط عمل مستحب یا غیر واجب کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے واجب قرار دے ۔ یا بقول صاحب جواہر رحمۃ اللہ علیہ فرع (مستحب) کی فضیلت اصل (واجب) پر لازم آئے گی ۔ اور یہ باطل ہے ۔

مستحب ہونے کی دلیل مندرجہ ذیل روایات ہیں ۔

۱ ۔ الدال علی الخیر کفاعلہ : نیکی کیطرف راھنمائی کرنیوالے کی جزا ، نیکی انجام دینے والے کیطرح ہے ۔

۲ ۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں : من امر بمعروف او نھی عن المنکر او دل علی خیراً و اشار بہ فھو شریک (جو شخص نیکی کا فرمان دے ، بدی سے روکے اور خیر کی طرف اشارہ اور راھنمائی کرے وہ ثواب میں عامل کا شریک ہوگا ۔

۴۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام وہ آیات و روایات جو نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں سے باز رہنے کا حکم دیتی ہیں، مستحب اور مکروہ کو بھی شامل ہیں۔ کیونکہ گذشتہ بیان کے مطابق معروف، واجب اور مستحب کو اور منکر، حرام اور مکروہ دونوں کو شامل ہیں۔

چوتھی فصل

آیا امر بالمعروف واجب عینی ہے[1] یا کفائی؟

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادلہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ واجب کفائی ہیں نہ واجب عینی۔ اس کی توضیح کے لئے مندرجہ ذیل مطالب کیطرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہر معروف کے امر کرنے کا مقصد اس کا (خارج میں) انجام پانا ہے۔ اور ہر منکر سے نہی کا مقصد

---

[1]: واجب عینی اور واجب کفائی کی تعریف:
واجب عینی: یہ ہے کہ تمام مکلفین پر فرداً فرداً عمل کا بجالانا واجب

اس کا خارج میں) واقع نہ ہونا ہے۔ پس امر بالمعروف کے وجوب کا زمانہ معروف کے انجام پانے سے پہلے اور اس وقت ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ شخص مامور (جسکو حکم دیا گیا ہے) اسکو انجام نہیں دے رہا۔ بنابراین یہ بات واضح ہے کہ مامور بہ (جسکی بابت حکم دیا گیا ہے) اسکے متحقق اور انجام ہونے کے بعد غرض حاصل اور امر ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نہی کا وجوب بھی اس وقت تک ہے جبتک منہی (جس چیز سے روکا گیا ہے) واقع نہ ہو۔ وگرنہ بے معنی و بے فائدہ ہے۔

ہے۔ اور اگر بعض بجالائیں تو دوسروں سے ساقط نہیں ہوگا۔ مثلاً نماز و روزہ واجب عینی ہیں۔ یعنی سب پر واجب ہیں اور اگر بعض لوگ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں تو دوسروں سے وجوب ساقط نہ ہوگا۔

واجب کفائی : یہ ہے کہ عمل اگرچہ ابتدائی طور پر سب پر واجب ہے لیکن اگر بعض لوگ اسے بجالائیں تو بعض دوسروں سے وجوب ساقط ہو جائیگا۔ البتہ اگر کوئی بھی بجا نہ لائے جسکی وجہ سے واجب پر عمل نہ ہو تو سب گناہکار ہونگے۔ مثلاً نمازِ میت، دفن

مثلاً اگر چند آدمی مطلع ہوتے ہیں کہ زید عملِ واجب کے ترک یا عملِ حرام کے انجام پر آمادہ ہے اور یہ فرض کرلیں کہ ان میں سے ایک شخص نے سبقت کرکے زید کو انجام واجب اور ترکِ حرام کا حکم دے دیا جس کی وجہ سے واجب انجام، اور حرام ترک ہوگیا اور مقصد حاصل ہوگیا تو اس صورت میں دوسرے افراد کے امر و نہی کیلئے موضوع و محل باقی نہیں رہتا۔ اور وجوبِ کفائی کا معنی بھی یہی ہے کہ بعض مکلف لوگوں کے انجام و اقدام سے غرض و مقصد حاصل ہوکر دوسروں سے تکلیف ساقط ہوجائے۔

میت اور کفنِ میت، یہ واجبِ کفائی ہیں۔ یعنی بنیادی طور پر تمام مکلفین پر واجب ہے کہ اگر ایک مسلمان فوت ہوجائے۔ اسے غسل و کفن دیں، نماز پڑھیں اور دفن کریں۔ لیکن اگر بعض لوگ اس فریضہ پر عمل کریں جسکی وجہ سے مسلمان کی میّت دفن ہوجائے تو دوسروں سے وجوب ساقط ہوجائیگا۔ لیکن اگر اس فریضہ پر کوئی بھی عمل نہ کرے جس کی وجہ سے مسلمان کی میت بغیر غسل و کفن پڑی رہے تو سب گناہگار ہیں اور سب پر عذاب ہوگا۔ . . . . (مترجم)

جو یہ کہتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب عینی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو خطابات، آیات و روایات میں وارد ہوئے ہیں بطور عموم ہیں اور تمام لوگوں کو شامل ہیں۔ مثلاً یہ خطاب کہ "مُرّوا بالمعروف وانهوا عن المنكر[1]" اے لوگو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو" یہ خطاب خدا کی طرف سے عام ہے اور سب کو شامل ہے۔ اور عموم کا تقاضا ہے کہ یہ پوری امت پر واجب ہے اور اس کا لازمہ امر بمعروف ونہی از منکر کا واجب عینی ہونا ہے۔

جواب : خطاب کا عام ہونا وجوب کے عینی ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وجوب کفائی میں بھی وجوب عینی کیطرح خطاب عام ہے۔ مثلاً احادیث و روایات میں جسطرح تمام لوگوں کو نماز ظہر کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح نمازِ میت، کفن اور دفن میت کا بھی سب لوگوں کو حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ نمازِ ظہر واجب عینی اور نمازِ میت، کفن اور دفن میت واجب کفائی ہیں۔

خلاصہ : چونکہ واجب عینی میں خداوند، ہر مکلف سے

---

[1] : وسائل الشیعہ، باب ۱، حدیث ۱۰۔

عملِ مستقل اور واجب کفائی میں تمام مکلفین سے ایک عمل چاہتا ہے۔ طبعاً واجب عینی اور کفائی بعض جہات سے شریک اور بعض جہات سے جدا ہو جائینگے۔ اس لحاظ سے کہ خطاب وحکم مکلفین میں سے ہر ایک کیطرف متوجہ ہے اور مخالفت کی صورت میں سب کے لئے عقاب ہے۔ (واجب عینی وکفائی) دونوں شریک ہیں۔ اور امتیاز اس لحاظ سے ہے کہ مامور بہ (جس چیز کا حکم دیا گیا ہے) واجبِ عینی میں تعدادِ مکلفین کے لحاظ سے متعدد ہے لیکن واجبِ کفائی میں مامور بہ ایک ہے جو سب سے مطلوب ہے۔

پس خطاب کا عام ہونا وجوب کے عینی ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ واجب عینی اور کفائی کی تعریف اور انکے درمیان فرق کیا ہے۔ اسکے متعلق علم اصول میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔

۲۔ آیۂ شریفہ "ولتکن منکم امۃ" بھی واجبِ کفائی ہونے پر مؤید ہے کیونکہ آیۂ شریفہ میں وجوب ان خاص لوگوں پر ہے جن میں امر ونہی کے شرائط پائے جاتے ہیں، نہ سب لوگوں پر

ملہ: آیۂ شریفہ پر شروع کتاب میں تفصیلاً بحث ہو چکی ہے۔

چنانچہ بعد میں بیان ہونے والی روایات بھی اسی مطلب کو واضح طور پر ثابت کر رہی ہیں۔

۳۔ مسعدۃ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپؑ سے سوال کیا گیا کہ امر بہ معروف و نہی از منکر پوری امت پر واجب ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: نہ! پوچھا گیا: کیوں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ وجوب اس باقدرت شخص پر ہے جو معروف کو منکر سے تشخیص دے سکتا ہو، نہ ان ضعیف و ناتوان افراد پر جو خود راہ ہدایت سے ناآشنا ہیں۔ اور اس مطلب پر دلیل ارشاد خداوندی ہے.... ولتکن منکم امۃ " الی آخرہ۔ یہ حکم خاص ہے، بعض افراد کو شامل ہے نہ سب کو۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون " اور قوم حضرت موسیٰؑ میں سے ایک گروہ، لوگوں کو حق کی راہنمائی کرتا تھا اور خود بھی حق کی رعایت کرتا تھا۔[۱]

---

[۱]: باب ۲ حدیث ۱ — «مسعدة عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: سمعته يقول وسئل عن الامر بالمعروف والنهی عن المنكر أواجب هو على الامة جميعاً؟ فقال: لا، فقيل له:

تبصرہ

یہ بحث کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کس پر واجب ہے اور کن شرائط کیساتھ واجب ہے؟ بعد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ کہا جائے "امر و نہی" کے بعض مراتب عمومی اور سب کے ساتھ مربوط ہیں اور بعض مراتب خاص افراد سے متعلق ہیں۔

مرحوم صاحب جواہر فرماتے ہیں: ممکن ہے کہا جائے کہ امر و نہی کا "پہلا مرحلہ" انکار قلبی" سب مکلفین پر واجب عینی ہے اور انکارِ زبانی میں بھی یہی احتمال ہے۔ لیکن سختی سے (اور بعض مقامات

ولم ؟ قال : انما هوعلى القوى المطاع العالم بالمعروف من المنكر، لاعلى الضعيف الذى لايهتدى سبيلا الى اىّ من اىّ يقول من الحق الى الباطل ، والدليل على ذلك كتاب الله عزوجل قوله (ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر) فهذا خاص غير عام كما قال الله عزوجل «ومن قوم موسى امة يهدون بالحق وبه يعدلون»

پر مارنے وغیرہ کے ذریعہ) انجام عمل پر وادار کرنا عمومیت نہیں رکھتا اور واجب عینی نہیں ہے بلکہ بعض افراد کے بجالانے سے دوسروں سے ساقط ہوجائیگا۔ اور علماء اور متدینین کی سیرت و روش سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امر و نہی کا قولی وعملی مرتبہ واجب عینی نہیں ہے۔ کیونکہ بسا اوقات فقہاء امر معروف ونہی از منکر پر قادر ہونے کے باوجود خود انجام دینے کی بجائے کسی شخص کو اس کے بجالانے پر موظف کرتے تھے۔ اور یہ واجب عینی نہ ہونے کی دلیل ہے[1] اس وجہ سے کہ اگر واجب عینی ہوتا تو دوسروں کے بجالانے پر اکتفاء نہ کرتے۔

> يا بني اقم الصلوٰة وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما اصابك : حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، لوگوں کو نیکی کا حکم دو، برے کاموں سے روکو اور مصائب کے مقابلہ میں صبر کرو۔
>
> — قرآن مجید، سورہ لقمان، آیت ۱۷

---

[1] : جواہر، جلد ۲۱، ص ۳۶۲۔

پانچویں فصل

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ آمر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے والا) اور ناھی عن المنکر (برائی سے روکنے والا) خود، معروف (اچھائی) اور منکر (برائی) کا عالم ہو تب اس پر واجب ہوگا۔ کیونکہ جس شخص کو خود علم نہیں کہ فلاں عمل واجب (اور معروف) ہے کس طرح اس پر واجب ہوگا کہ دوسروں کو اس کا حکم دے۔ اسی طرح جو شخص خود عمل کی حرمت اور برائی کو نہیں جانتا اسے کسطرح حکم دیا جائیگا کہ دوسروں کو اس عمل سے منع کرے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح استطاعت، وجوب حج کی شرط ہے اسی طرح علم بھی وجوب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شرط ہے۔ البتہ اسطرح

شرط نہیں جیسے بدن اور لباس کی طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔
بنابرین (مُرّوا بالمعروف) "نیکی کا حکم کرو" سے مراد یہ ہے کہ "مُرّوا بما تعلمون انه معروف" حکم کرو اسکا جسکے معروف اور نیکی ہونے کا تمہیں علم ہو۔ اور اسیطرح (وانھوا عن المنکر) برائی سے روکو کا مقصد یہ ہے کہ "وانھوا بما تعرفون انه منکر" اس سے روکو جسکے برائی ہونے کا تمہیں علم ہے۔

دلیل شرط اوّل: مسعدۃ کی دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس شخص پر واجب ہے جو معروف و منکر کو جانتا ہو۔" اسی طرح مسعدہ کی دوسری روایت میں ہے" ھذا علیٰ ان یامرہ بعد معرفتہ" یعنی وجوب (امر بالمعروف) اس بنا پر ہے کہ سمجھنے اور جاننے کے بعد امر بالمعروف کرے[1]

دوسری شرط: احتمالِ تاثیر: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دوسری شرط احتمالِ تاثیر ہے۔ یعنی انسان کو یہ احتمال ہو کہ یہ عمل

---

[1] وسائل الشیعہ، باب ۲، حدیث ۱۔

مؤثر واقع ہوگا لہٰذا اگر انسان کو یہ یقین ہو کہ میرا یہ عمل (امر اور نہی) کسی بھی صورت میں مؤثر واقع نہ ہوگا تو پھر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس عمل (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کی غرض یہ ہے کہ انسان کو برے کام سے روکا جائے اور نیک کام کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اور اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ میرے اس عمل سے غرض حاصل نہیں ہوگی تو اس عمل کا انجام دینا بے فائدہ ہے اور اس پر واجب قرار دینا بھی بیہودہ ہوگا

تیسری شرط: یہ ہے کہ یقین حاصل ہو جائے فلاں شخص گناہ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ خواہ خود اسی شخص کے ذریعہ معلوم ہو یا دیگر قرائن وشواہد سے۔ مثلاً ایسا شخص ہو کہ واجبات کا نہ بجالانا اور محرمات کا ارتکاب کرنا جسکی عادت ہو۔ لیکن اگر کسی کے متعلق یہ شک ہو کہ عملِ واجب ترک کرنا چاہتا ہے یا فعلِ حرام کے ارتکاب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یا نہ؟ تو اس صورت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب نہ ہوگا بلکہ صاحب جواہر رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ناجائز ہے۔ البتہ اگر ایک شخص پہلے تو گناہ میں مشغول تھا۔ مثلاً غصبی مکان میں رہتا تھا، لیکن اب شک ہے کہ ابھی غصبی مکان میں ساکن ہے یا نہ۔ اسی طرح پہلے نماز نہیں پڑھتا تھا، یا زانی یا شرابی تھا، اب شک

ہے کہ اسی عادت پر باقی ہے یا نہ ؟ تو ان دونوں صورتوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں، کہ عاصی اور گناہگار شخص کے متعلق جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ اس نے گناہ سے توبہ کرلی ہے اس وقت تک اسے امر ونہی کرنا واجب ہے۔ لیکن بہتر وہی ہے جو کچھ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ یہ ہے کہ یقین حاصل ہوگیا ہے فلاں شخص گناہ انجام دینے والا ہے اس صورت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے۔ اور ایک دفعہ یہ ہے کہ شخص گناہ کا مرتکب ہوچکا ہے تو اس صورت میں خود گناہ کی نسبت امر ونہی کا کوئی موقعہ ومحل نہیں ہے۔ ہاں اگر اس نے گناہ سے توبہ نہ کی ہو تو توبہ کے لئے امر بالمعروف کرنا چاہیئے۔ چونکہ توبہ بھی واجبات الٰہی میں سے ہے جس کا گناہ کے بعد انجام دینا واجب ہے اور اگر کوئی اس میں تاخیر کرے تو امر بالمعروف کرنا چاہیئے۔

دلیل شرط سوم : یہ ہے کہ امر بہ معروف ونہی از منکر کی ادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف کا موضوع (موقعہ ومحل) وہاں ہے جہاں معروف (واجب کام) ترک ہورہا ہو۔ اسی طرح نہی عن المنکر کا موضوع (موقعہ ومحل) وہاں ہے جہاں منکر (برا کام) انجام دیا جانے والا ہو

پس اگر یہ معلوم نہ ہو کہ واجب ترک ہونے والا ہے یا حرام انجام دیا جانے والا ہے تو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کا موضوع (موقعہ و محل) ثابت نہ ہوگا۔ اور جب موضوع ثابت نہ ہو تو وجوب بھی ثابت نہ ہوگا۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام دینے والے شخص کے لئے یہ عمل باعث ضرر و حرج نہ ہو۔

چنانچہ صاحب جواہر، کتاب شرائع الاسلام کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں، اگر کسی کو یقین ہو (یا ایسا گمان ہو جو یقین کے نزدیک ہو) کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام دینے میں خود اسے یا دیگر مسلمانوں کو جان، مال اور ناموس کا خطرہ لاحق ہوگا تو اس صورت میں واجب نہیں ہے۔ اور اس میں تقریباً سب علماء کا اتفاق ہے۔

دلیل: چوتھی شرط کی دلیل مندرجہ ذیل امور ہیں۔

۱۔ قاعدۂ لاضرر: یہ قاعدہ اصولی قواعد کے مطابق ادلہ اولیہ پر حاکم ہے[۱]۔ اور لاضرر کا معنی یہ ہے کہ اسلام میں ایسا حکم و قانون خداوند

---

[۱]: مقصد یہ ہے کہ ابتدائی طور پر قطع نظر ضرر و حرج کے امر و نہی واجب ہے لیکن اگر کسی مقام پر یہ عمل باعث ضرر ہو تو پھر قاعدہ لاضرر حاکم ہے اور وجوب ختم ہو جاتا ہے۔

کی طرف سے نہیں بنایا گیا جو باعث مزید حرج ہو۔

۲۔ قاعدہ لاحرج : یعنی اگر اس عمل کے انجام دینے سے بہت زیادہ مشقت ہو تو واجب نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے ... وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (سورہ حج آیت ۷۸) یعنی خداوند نے اپنے آسمانی آئین میں باعث حرج ومشقت قانون نہیں بنایا ... یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورہ بقرہ آیت ۱۸۵) یعنی آسمانی برنامہ کی تنظیم میں خداوند چاہتا ہے کہ تمہارے لئے سہولت پیدا کرے نہ سختی۔ ومایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (مائدہ آیہ ۶) خداوند تمہیں مشقت وتنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

۳۔ پیغمبر اکرمؐ سے کافی روایات میں یہ مضمون منقول ہے۔ بعثت بالشریعۃ السمحۃ السھلۃ ... یعنی (پیغمبرؐ فرماتے ہیں) میں ایک آسان اور غیر مشکل شریعت وقانون کے ساتھ (خدا کی طرف سے) بھیجا گیا ہوں۔

۴۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجبان علی من امکنہ ذلک ولم یخف علی نفسہ۔ یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس شخص پر واجب ہے جو

اس پر قدرت رکھتا ہو اور اسے اپنی جان کا خطرہ بھی نہ ہو۔

۵ ۔ مسعدہ کی روایت کے مطابق امام جعفر صادقؑ نے فرمایا (ولیس فی ھذہ الھدنۃ اذاکان لاقوۃ لہ ولامال ولاعدد ولاطاعۃ) یعنی ان ایام میں کہ جن میں صلح برقرار اور جنگ وغیرہ نہیں ہے، اس شخص پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب نہیں جسکے پاس قوت بدن، دولت اور لشکر اور فرمانروائی نہ ہو۔

نتیجہ ؛ ان روایات وادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ابتدائی طور پر واجب ہے۔ لیکن جسطرح دیگر واجبات و محرمات میں اگر کوئی دوسرا عنوان پیدا ہو جائے (مثلاً ضرر و حرج وغیرہ) تو وجوب ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسے ہے کہ اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی وجہ سے ضرر و حرج لازم آتا ہو تو وجوب ختم ہو جائیگا۔

> یا بنیّ اَقِمِ الصّلٰوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک۔
>
> حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، لوگوں کو نیکی کا حکم دو، برے کاموں سے روکو اور مصائب کے مقابلہ میں صبر کرو۔
>
> — قرآن مجید، سورہ لقمان آیت ۱۷

تبصرہ

آیا مختصر نقصان کی وجہ سے امر و نہی کا وجوب ختم ہو جاتا ہے؟

یہ جو کہا گیا ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اس صورت میں واجب ہے جب باعث ضرر نہ ہو۔ کلی طور پر اور تمام احکام و موارد میں اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ جب یہ عمل موجب ضرر ہو تو اس ضرر اور دوسری طرف جو فساد اس عمل کے انجام نہ دینے سے لازم آتا ہو ان دونوں کا مقایسہ کرنا چاہیے۔

اس طرح نہیں کہ تھوڑے سے ضرر کی وجہ سے بہت بڑی نیکی کا امر نہ کیا جائے اور یا بزرگترین گناہ سے نہ روکا جائے۔ لہذا اگر امر بالمعروف بہت بڑے فریضہ کے انجام دینے کا باعث ہو اور اسی طرح نہی از منکر بزرگترین فحشاء اور برائی سے روکنے کا ذریعہ ہو تو مختصر سے جانی اور مالی نقصان کی وجہ سے وجوب ختم نہیں ہوگا کیونکہ اگر لوگ مالی اور جانی نقصان کے خوف سے یہ اہم ترین وظیفہ ترک کر دیں تو معاشرہ میں معروف و نیکی ختم ہو جائیگی۔ اور فحشاء و منکر اور برائیوں کا بازار گرم ہو جائیگا۔ لہذا ایسے

موارد میں اس جانی اور مالی نقصان کے درمیان جو اس شخص کو عمل انجام دینے کی صورت میں اٹھانا پڑتا ہو اور اس ضرر اور فساد کے درمیان جو عمل انجام نہ دینے کی صورت میں اسلام اور یا مسلمانوں پر لازم آتا ہے موازنہ و مقایسہ کیا جائے اور پھر عقلاً یا شرعاً جسکو ترجیح حاصل ہو اسی پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام

← له : (حاشیہ صفحہ نمبر ۴۰) بلکہ برائی، اچھائی کا لباس پہن لے گی۔ اور اچھائی کو برائی کے نام سے پکارا جائے گا۔ معاشرہ میں ہمیشہ اچھائی کو اچھا ، اور برائی کو برا سمجھنا چاہیئے۔ تاکہ برائی اچھائی کے لباس میں، باطل حق کے چہرہ میں اور ظلم، عدالت کے نام سے ظاہر نہ ہو۔ معاشرہ میں ہمیشہ دو چیزوں کو زندہ رہنا چاہیئے۔
۱۔ اچھائی کو اچھا اور برائی کو برا سمجھنا۔ ۲۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور متنفر کرنا۔ پہلی کو تعریفِ معروف و انکار منکر اور دوسری کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح ظلم قبیح اور بری چیز ہے اسی طرح ظلم قبول کرنا بھی قبیح ہے۔ بلکہ ظلم قبول کرنا خود ظلم سے بدتر ہے کیونکہ قبولِ ظلم ظالم پیدا کرنے کا

کے بعض باوفا اصحاب مثلاً ابوذر غفاری، میثم تمار اور دیگر بزرگوں نے خطرناک ترین مقامات پر بھی اس وظیفہ (امر بالمعروف اور نہی از منکر) کو انجام دیا ہے اور نہ فقط مالی نقصان اٹھایا ہے بلکہ اپنی اور اپنے خاندان کی جان بھی فدا کردی ہے۔ اور اصحاب کے

باعث ہوتا ہے۔ اور جسطرح گندہ پانی موذی جانوروں کے پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے اسیطرح جس معاشرہ کے لوگ ظلم قبول کرنے کے عادی ہوجائیں وہ بھی ظالم پیدا کرتے ہیں۔ اور ظالم بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ اور ایسے معاشرہ میں جہاں ظالم پیدا ہوں یعنی ظلم و ظالم اور حق و باطل کی پہچان نہ ہو وہاں ظلم، عدالت کی جگہ، جھوٹ سچائی کی جگہ، بے حیائی عفت کی جگہ، خیانت امانت کی جگہ، افتراق و پراگندگی اتحاد کی جگہ سنبھال لے گی۔ اور ذلت کو عزت کا مقام حاصل ہوجائیگا۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہاری عورتیں فاسد اور تمہارے نوجوان بدکار ہوجائیں۔ اور تم ایکدوسرے کو نہ امر بالمعروف کروگے اور نہ نہی عن المنکر۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس سے بھی بدتر ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا جب تم

اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے مقامات پر اگر وجوب ثابت نہ ہو تو کم از کم جواز ضرور ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ اگر کہا جائے کہ ایسے مقامات پر نہ (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) واجب ہے اور نہ جائز، تو لازم آئے گا کہ ان بزرگوں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور وظیفہ شرعی کے خلاف عمل کیا ہے ۔ اور یہ صحیح نہیں ہے ۔

برائی کا حکم کرو گے اور اچھائی سے روکو گے ۔ لوگوں نے پھر کہا : یا رسول خدا، کیا یہ بھی ممکن ہے ؟ ۔ آپ نے فرمایا : اس سے بھی بدتر ہوگا ۔ اور وہ اس وقت ہوگا جب تم نیکی کو برا سمجھو گے اور برائی کو اچھا کہنے لگو گے ۔

خلاصہ یہ کہ یہ تین مرحلے ہیں اور ہر مرحلہ پہلے کا نتیجہ ہے ۔ یعنی جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو تو اس کا برعکس ہوگا اور جب برعکس ہو یعنی برائی کا حکم دیا جائے اور اچھائی سے روکا جانے لگے تو پھر برائی نیکی کا لبادہ اوڑھ لے گی ۔ اور نیکی کو برائی تصور کیا جائے گا ۔ جس طرح آج کل پردہ داری، عفت اور پاک دامنی کو مظہر رجعت پسندی اور بے پردگی اور بے حیائی کو جدید اعلیٰ تہذیب و تمدن کا نام دیا جا رہا ہے ۔ (مترجم) . . . .

تبصرہ آیا امر و نہی بجالانے والے کیلئے عادل اور واجبات کا پابند ہونا ضروری ہے؟

شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شرائط میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ — امر بمعروف و نہی از منکر انجام دینے والا شخص خود عادل ہو اور واجبات بجالانے والا اور محرمات سے اجتناب کرنے والا ہو۔ لہذا واجب انجام نہ دینے والے شخص پر امر بالمعروف اور محرمات کا ارتکاب کرنے والے پر نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔

اس شرط پر مندرجہ ذیل ادلہ قائم کی گئی ہیں۔

۱۔ أتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم (سورہ بقرہ آیہ ۴۴)

آیا لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

استدلال کیا گیا ہے کہ آیت میں دو چیزوں کی مذمت کی گئی ہے۔ ۱۔ دوسروں کو نیکی کا حکم دینا۔ ۲۔ خود نیکی پر عمل نہ کرنا۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں فقط اپنے آپکو بھول جانے اور خود عمل نہ کرنے پر مذمت کی گئی ہے۔

۲۔ لِمَ تقولونَ مَا لا تفعلونَ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (سورہ صف، آیت ۲، ۳) . . . . .

(اے ایمان والو) جو کچھ نہیں کرتے کیوں کہتے ہو۔ خدا کے نزدیک

یہ بہت بڑے غضب کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں "
اس آیت سے اسطرح استدلال کیا گیا ہے کہ — لم تقولون — سے
مراد یہ ہے کہ جبتک انسان خود نیک کام (معروف) بجا نہ لاتا ہو تو
دوسرے کو اس کے متعلق کہنا صحیح نہیں ہے اور آیت اسکی مذمت کر رہی ہے

جواب :- جملہ — لم تقولون مالا تفعلون — سے
مراد جو کچھ آپ نے سمجھا ہے وہ نہیں، بلکہ اس جملہ میں اُس شخص کی مذمت
کی گئی ہے جس نے عمل انجام نہ دیا ہو اور کہے میں نے انجام دیا ہے ۔
چنانچہ جملہ — لم تقولون مالا تفعلون — کا معنی یہ ہے کہ..
تم نے جو عمل انجام نہیں دیا کیوں کہتے ہو ؟ کہ ہم نے انجام دیا ہے ۔
کیونکہ یہ جھوٹ ہے اور کبھی باعث ریا بنتا ہے ۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ
جو ادلہ اس شرط پر قائم کی گئی ہیں ان سے یہ شرط ثابت نہیں ہوتی۔[1]

---

[1] : علاوہ ازیں اولاً امر و نہی کی ادلہ کی رو سے تمام افراد پر یہ عمل واجب ہے
ثانیاً ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ، نماز و روزہ اور دیگر فرائض کی مانند ایک فریضہ ہے
توجسطرح اگر کوئی شخص فریضہ نماز ترک کردے تو اس سے دوسرا فریضہ (مثلاً روزہ) ساقط نہیں
ہوتا اسیطرح اگر کوئی شخص فریضہ نماز و روزہ ترک کردے تو اس سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ساقط نہ ہوگا
(مترجم)

چھٹی فصل

امر بمعروف و نہی از منکر کے مراتب

مراتب کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سے ہر ایک کے چار مرتبے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سے ہر ایک کے دو مرتبے ہیں

۱۔ قلم اور زبان کے ذریعہ معروف (نیکی) کے بجالانے پر آمادہ کرنا اور منکر (برائی) سے روکنا۔

۲۔ عمل کے ذریعہ معروف بجالانے کی طرف رغبت دلانا اور منکر کے ارتکاب سے منع کرنا۔

اگرچہ قلبی طور پر معروف کو اچھا سمجھنا، اسکے انجام ہونے پر راضی ہونا، منکر کو برا سمجھنا اور اسکے ارتکاب سے نفرت کرنا یہ ایمان کی علامت ہے۔ چونکہ جو شخص ایک عمل کی اچھائی کا معتقد ہوتا ہے۔ تو طبعاً وہ چاہتا ہے کہ یہ عمل انجام ہو اور جو شخص کسی عمل کی برائی اور

فساد کا معتقد ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ یہ عمل انجام ہو۔ اور ایک مؤمن انسان ہر وقت معروف کو اچھا اور منکر کو برا سمجھتا ہے خواہ معروف ترک ہونے والا ہو اور منکر کا ارتکاب ہو رہا ہو یا نہ۔ چنانچہ مندرجہ ذیل روایات میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

۱:۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں، **فانکروا بقلوبکم والفظوا بالسنتکم وصکوا بھا جباھھم**[۱]۔ (امام علیہ السلام، امر و نہی کا وجوب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: (اے لوگو) دل اور زبان سے برائی کو برا کہو اور اپنے عمل کے ذریعہ گناہ کرنے والوں کی پیشانی پر طمانچہ لگاؤ۔)

۲۔ علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **من ترک انکار المنکر بقلبہ ولسانہ ویدہ فھو میت بین الاحیاء**[۲]۔ (جو شخص منکر (برائی) کو دل، زبان اور عمل سے برا نہ کہے وہ زندہ لوگوں میں ایک مردے کی طرح ہے۔)

۳۔ علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص مشاہدہ کرے کہ ظلم ہو رہا ہے اور برائی کی دعوت دی جا رہی ہے اور قلبی طور پر اس سے نفرت

---

۱ : وسائل الشیعہ ج ۱۱، باب ۳، حدیث ۱۔ ۲، مدرک سابق حدیث ۴

کرے اور اسے برا سمجھے تو وہ سالم اور بری الذمہ ہوگا۔ اور اگر زبان سے بھی روکے تو اسے اجر ملے گا۔ اور یہ عملی نفرت قلبی سے افضل ہے اور اگر عملی طور پر برائی سے روکے تاکہ ظلم اور ظالم ختم ہوں اور قانونِ خدا کی بالادستی اور اس کا نفاذ ہو تو ایسے شخص نے راہ ھدایت کو تلاش کر لیا ہے [1]

۴۔ علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں میں سے جو دل، زبان اور عمل کے ذریعہ برائی سے منع کرتا ہے اس نے تمام نیک خصلتوں کو جمع کر لیا۔ اور جو شخص فقط دل اور زبان سے برائی کو برا سمجھتا ہے اس نے نیک خصلتوں میں سے دو خصلتوں کو پالیا اور ایک

---

[1]: باب۳ حدیث۸

قال علی علیہ السلام (من رأى عدوانا يعمل به ، ومنكرا يدعى اليه فانكره بقلبه فقدسلم وبرء ومن انكره بلسانه فقد اجر ، وهوا فضل من صاحبه ، ومـن انكره بالسيف لتكون كلمةالله العليا و كلمة الظالمين السفلى فذلك الذى اصاب سبيل الهدى)

کو چھوڑ دیا۔ اور جو شخص فقط دل سے برائی کو برا جانتا ہے اور عمل اور زبان سے انجام وظیفہ نہیں کرتا اس نے دو بہترین خصلتوں کو ترک کیا اور فقط ایک پر عمل کیا [۱]

۵۔ علی علیہ السلام فرماتے ہیں: سب سے پہلے عملی جہاد میں مغلوب ہوگے اور پھر مرحلۂ زبان میں اور پھر انکارِ قلبی میں۔ اور جو شخص کم از کم دل سے نیکی کو اچھا اور برائی کو برا نہ سمجھے تو اس کا دل ٹیڑھا ہے [۲]

---

[۱] قال علی علیہ السلام (فمنهم المنكر للمنكر بقلبه ولسانه ويده فذلك المستكمل لخصال الخير: ومنهم المنكر بلسانه وقلبه التارك بيده فذلك متمسك بخصلتين من خصال الخير ومضيع خصلة، ومنهم المنكر بقلبه و التارك بيده ولسانه فذلك الذى ضيع اشرف الخصلتين من الثلاث و تمسك بواحدة) باب ۳، حدیث ۹ -

[۲] باب ۳ حديث ۱۰

قال علی علیه السلام (ان اول ما تغلبون عليه من

۶۔ پیغمبر اسلام فرماتے ہیں : (اے لوگو) تم میں سے جو شخص برائی کو انجام ہوتا ہوا دیکھے، اگر قدرت رکھتا ہے تو عملی طور پر اس سے روکے اور اگر اس پر قدرت نہیں رکھتا تو پھر زبان کے ذریعہ منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر قلبی طور پر اسے اچھا نہ سمجھے اور تہہ دل سے اس کا انکار کرنا اور اسے برا سمجھنا کافی ہوگا۔

الجهاد ، الجهاد بايديكم ، ثم بالسنتكم ، ثم بقلوبكم ، فمن لم يعرف بقلبه معروفا و لم ينكر منكرا أقلب فجعل اعلاه اسفله).

۵ باب ۳ حديث ۱۲

عن النبي صلى الله عليه و آله (من رأى منكم منكرا فلينكر بيده ان استطاع ، فان لم يستطع فبلسانه . فان لم يستطع فبقلبه فحسبه ان يعلم الله من قلبه انه لذلك كاره .

ساتویں فصل

آیا مراتب امر و نہی کا لحاظ ضروری ہے؟

امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام دینے والے شخص پر مراتب کا لحاظ کرنا ضروری اور واجب ہے اور اس عمل کو آسان مرتبہ سے شروع کرنا چاہیئے اگر وہ مؤثر نہ ہو تو اس کے بعد دوسرا مرتبہ انجام دیا جائے۔ مثلاً زبانی مرتبہ میں اشارہ و کنایہ، پھر صراحت، نصیحت اور تشویق، ان مراتب سے شروع کرنا چاہیئے۔ اگر یہ مؤثر نہ ہوں تو پھر تہدید وغیرہ کے ذریعہ یہ عمل انجام دینا چاہیئے۔ اسی طرح عملی مرتبہ میں منہ پھیرنے، غصہ ہونے، سوال کا جواب نہ دینے، آمد و رفت ختم کرنے اور دوستی ختم کرنے سے شروع کرنا چاہیئے۔ اگر یہ مؤثر نہ ہو تو پھر تھوڑا مارنا، قید، سخت مارنا اور بسا اوقات قتل وغیرہ کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

اس مطلب پر مندرجہ ذیل ادلہ قائم کی گئی ہیں۔

بعض روایات جو اس فریضہ کے تدریجی ہونے پر دلالت کرتی ہیں

۱۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : ادنی الانکارات تلقی اھل المعاصی بوجوہ مکفھرۃ ۔[۱] (یعنی نہی از منکر کا کمترین درجہ یہ ہے کہ جب تو گناہکار کے روبرو ہو تو تیرے چہرے پر غضب کے آثار ہوں) مقصد یہ ہے کہ گناہکاروں کے ساتھ خوشی سے نہ ملو کہ جس کی وجہ سے ان میں جرأت پیدا ہو۔ اور بعید نہیں کہا جائے کہ زبانی طور پر نہی عن المنکر انجام دینا دوسرا مرتبہ ہے نہ پہلا۔ اس طرح کہ پہلا مرتبہ مطلب کا اظہار اور شخص کو معروف اور منکر کیطرف زبان اور عمل کے علاوہ اشارہ اور کنایات وغیرہ کے ذریعہ متوجہ کرنا۔ دوسرا مرتبہ زبان اور تیسرا مرتبہ عمل ہے۔

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے ان بعض سننے والوں کو جن کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ فلاں شخص گناہ کا مرتکب ہوا ہے فرماتے ہیں : تمہارے لئے کیا چیز مانع ہے کہ تم اس کے پاس جا کر اسے ملامت و سرزنش کرو اور زبانی طور پر بہترین طریقے سے اسے نصیحت کرو ، راوی نے عرض کی ، یا حضرت ! اگر اس نے

---

[۱] : وسائل الشیعہ، جلد ۱۱، باب ۶، حدیث ۱۔

قبول نہ کیا تو کیا کریں ؟ ۔ فرمایا ، اس سے دوری اختیار کرو اور اس کی محافل و مجالس میں شرکت نہ کرو۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زبانی تبلیغ اور اس کے بعد عملی تبلیغ ، یعنی عملی طور پر اس سے دوری اختیار کرنا ۔ معلوم ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ان تمام مراحل کا انجام دینا مومن پر اذیت و ضرر ہے مثلاً اگر ایک شخص معروف (واجب) انجام نہیں دے رہا ہے یا منکر (حرام) کا مرتکب ہونا چاہتا ہے ، اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام مراتب اس پر جاری کیئے جائیں تو ظاہر ہے کہ اسے اذیت ہو گی ۔ لیکن آیات و روایات اور دیگر ادلہ کے مطابق دینی اور اجتماعی مصلحت کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت یہ اذیت و ضرر جائز ہے ۔ البتہ جب آسان مرتبہ مفید واقع ہو سکتا

---

[1]: باب ۷ حدیث ۳ عن الصادق علیہ السلام (ما یمنعکم ان تأتوہ فتؤنبوہ وتعذلوہ وتقولوا لہ قولا بلیغا قلت جعلت فداك اذا لایقبلون منا ، قال : اهجروهم واجتنبوا مجالسهم) .

ہو تو اس صورت میں سخت مرتبہ انجام دینا جس میں اذیت وضرر زیادہ ہو بے دلیل اور ناجائز ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادلہ اس صورت کو شامل نہیں اور اس صورت میں واقع ہونے والے ضرر کو جائز قرار نہیں دیتیں۔

۳۔ آیۂ شریفہ: وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدیھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ (سورہ حجرات، آیت ۹)

(اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جنگ شروع کر دیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ لیکن اگر ایک گروہ دوسرے پر تجاوز کرے تو تم اس سے جنگ کرو جس نے تجاوز کیا ہے یہاں تک کہ حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

آیۂ مجیدہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ صلح، نہی از منکر کا پہلا مرتبہ ہے اور لڑائی جھگڑا پر مقدم ہے، یعنی پہلے صلح کی کوشش کی جائے اگر نہ ہو سکے تو پھر متجاوز سے جنگ کی جائے تاکہ حکم خدا کے سامنے تسلیم ہو جائے۔

اور صاحب جواہر علیہ الرحمۃ بھی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

امر ونہی کی ادلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں مراتب کا لحاظ ہونا چاہیئے اسی طرح کہ سب سے پہلے نارضایتی کا اظہار کیا جائے۔ مثلاً اچھی طرح پیش نہ آنا، سوال کا جواب نہ دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر جب یہ مؤثر نہ ہو تو دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان کے ذریعہ معروف کے انجام دینے پر وادار کیا جائے اور منکر کے ارتکاب سے روکا جائے۔ البتہ پھر اسے بھی آسان مرتبہ سے شروع کیا جائے یعنی شروع ہی میں سخت کلامی سے پیش نہ آئے۔ اگر یہ بھی مفید نہ ہو تو پھر مرتبۂ عمل ہے اس میں بھی مراتب کا لحاظ ہونا چاہیئے۔

آٹھویں فصل

سابقہ مطلب کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انجام میں مراتب کا لحاظ کرنا چاہیئے، اس صورت میں ہے جب تاثیر مذکورہ مراتب کے مطابق ہو، لیکن اگر کسی مقام پر شخص یا دیگر وجوہات کے اعتبار سے سخت کلامی یا ترش روئی یا بول چال ختم کرنا، باقی مراتب کی نسبت زیادہ مؤثر ہو تو پھر باقی سخت مراتب کی بجائے اسی پر اکتفا کی جائے۔ البتہ اگر کسی مقام پر مختلف مراتب تاثیر کے اعتبار سے برابر ہوں تو یہاں انسان کو اختیار ہے جس مرتبہ کو چاہے انجام دے۔

نویں فصل

آیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر انجام دینے کے لیے ولی امر اور حاکم شرع کی اجازت ضروری ہے؟

سابقاً بیان ہو چکا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے دو مرتبے ہیں۔ ایک زبانی مرتبہ یعنی زبان اور قلم کے ذریعہ لوگوں کو اعمالِ نیک کی طرف رغبت دلانا اور برے اعمال سے روکنا۔ دوسرا مرتبہ عمل کے ذریعہ لوگوں کو امر ونہی کرنا ہے۔ اس عملی مرتبہ کی کئی قسمیں ہیں۔ ۱۔ بول چال ختم کرنا، ملتے وقت اچھی طرح پیش نہ آنا، آمد و رفت اور لین دین ختم کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ۲۔ مختصر سی مار پیٹ کرنا جس سے زخم وغیرہ نہ ہو۔ ۳۔ زخم اور قطع اعضا (بطور حدود و تعزیرات)۔ ۴۔ قتل (بطور حد)

زبانی مرتبہ اور عملی مرتبہ کی پہلی قسم میں (بول چال، لین دین اور آمد و رفت وغیرہ ختم کر دینے کی حد تک) حاکم شرع اور ولی امر کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ہر مومن مسلمان جب یہ دیکھے کہ کچھ لوگ واجبات الٰہی پر

عمل نہیں کر رہے یا برے اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں تو اس پر فرض ہے کہ قلم و زبان کے ذریعہ انہیں واجبات پر عمل کرنے کی ترغیب دلائے اور برے اعمال سے روکے اور اگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہو تو پھر ان کو اچھا نہ سمجھے، انکے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئے، انکے ساتھ لین دین ختم کر دے اور انکی محافل میں شرکت نہ کرے۔

لیکن عملی مرتبہ کی باقی تین قسموں میں عام لوگوں کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حاکم شرع کی اجازت کے بغیر انجام دیں بلکہ ان قسموں کو فقط حاکم شرع اور ولی امر ہی حدود و تعزیرات کے عنوان سے انجام دے سکتا ہے کیونکہ اگر تمام لوگوں کو ان قسموں کی اجازت دے دی جائے تو معاشرہ میں بدنظمی، ہرج مرج اور فساد کا خطرہ ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالانے کا مقصد معاشرہ کو فساد سے بچانا ہے۔ لہذا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عنوان سے کوئی بھی ایسا عمل جائز نہیں ہو سکتا جو خود باعث فساد ہو۔

تبصرہ:۔

مجتہد اعظم و فقیہ بزرگوار صاحب جواہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بزرگترین اور مؤثر ترین مرتبہ (مخصوصاً

رہبران دین کیلئے) یہ ہے کہ انسان خود نیک اعمال (خواہ واجب ہوں یا مستحب) کا لباس پہنے اور برے اعمال کا پردہ جو دل اور روح پر پڑا ہوا ہے ہٹا دے اور اپنے اندر اخلاقی صفات کو پختہ کرے، خلاصہ یہ کہ خود کو ہر بری خصلت سے منزہ اور پاک رکھے کیونکہ یہ چیز (عملی وعظ ونصیحت) معاشرہ کو اعمال نیک کے انجام دینے پر رغبت دلانے اور برے اعمال سے روکنے کا بہترین اور کامل ترین ذریعہ ہے۔ مخصوصاً جب اس عملی وعظ ونصیحت کے ساتھ زبانی اور قلمی وعظ ونصیحت بھی مل جائے۔ تو اس میں اور فقط زبانی وعظ ونصیحت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ہر مرض اور ہر درد کی دوا اسکے مطابق ہوتی ہے۔ بدن کی مرض کے لئے علاج اور دوا کچھ اور ہے اور خدا ناخواستہ اگر دل اور روح مرض میں مبتلا ہو جائیں تو ان کا علاج بدن کی مرض سے کچھ مختلف اور کہیں زیادہ مشکل ہے۔

دسویں فصل

آیا مجتہد جامع الشرائط حدود و تعزیرات کا اجراء کرسکتا ہے؟

یہ مسئلہ اگرچہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بحث سے مربوط نہیں بلکہ اس مسئلہ کے بارے میں حدود و تعزیرات کے باب میں بحث کی جاتی ہے لیکن چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا آخری مرحلہ (یعنی حدود و تعزیرات) جامع الشرائط مجتہد کے وظائف میں سے ہے لہذا معمولاً علمائے امامیہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بحث کے آخر میں اس مسئلہ سے متعلق بحث کرتے ہیں کہ امام آخر الزمان علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں آیا جامع الشرائط مجتہد و فقیہ، حدود و تعزیرات کا اجراء کرسکتا ہے؟ اور یہ اس کے اختیارات میں سے ہے یا نہیں؟ قدما، اور متاخرین میں سے اکثر علما، مثلاً ابن جنید، شیخ مفید، علامہ حلی شیخ طوسی، شہید اول، شہید ثانی اور بعض دیگر علما، فرماتے ہیں:

جامع الشرائط مجتہدین زمانۂ غیبت میں شرائط کے موجود ہونے کی صورت میں حدود کا اجراء کرسکتے ہیں، جسطرح انہیں یہ اختیار ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامہ نماز جمعہ کریں۔ اور لوگوں پر لازم ہے کہ ان عظیم وظائف کے انجام دینے میں انکی مدد کریں۔

صاحب جواہر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں کہ (جامع الشرائط مجتہد حدود وتعزیرات کا اجراء کرسکتا ہے) میں نے کوئی مخالف نہیں دیکھا فقط مرحوم ابن زہرہ اور ابن ادریس علیہ الرحمۃ کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔ البتہ یہ مطلب ثابت نہیں ہوسکا۔

خلاصہ اکثر علماء کا اس موضوع پر اتفاق ہے۔ اور مندرجہ ذیل ادلہ اس مطلب پر ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔ روایت مقبولہ عمر بن حنظلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، تم میں سے جو شخص ہماری روایات کو نقل کرتا ہے اور ہمارے بتائے ہوئے حلال وحرام کو ان احادیث میں سے سمجھتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے لئے قاضی وحاکم قرار دو۔ چونکہ میں نے اسکو تمہارے لئے حاکم قرار دیا ہے۔ پس اگر اس نے تمہارے لئے کوئی حکم کیا اور اس

کا حکم قبول نہ کیا گیا تو حکم خدا کی توہین کی گئی ہے اور ہمارا حکم رد کیا گیا ہے۔ اور جو ہمارے حکم کو رد کرے اور قبول نہ کرے تو اس نے خدا کے حکم کو رد کیا ہے اور حکم خدا کا رد کرنا شرک ہے [۱]

۲۔ روایت مقبولہ ابی خدیجہ میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب تمہارے درمیان جھگڑا وغیرہ ہو جائے تو تم اپنا فیصلہ ان ظالم و جائر حاکم اور قاضیوں کی طرف نہ لے جاؤ بلکہ دیکھو جو شخص تم میں سے ہمارے احکام کو جانتا ہے اس کو اپنے لئے حاکم و قاضی قرار دو۔ چونکہ میں نے اسکو (تمہارے لئے) قاضی قرار دیا ہے۔ پس تم اپنا فیصلہ اس کے پاس لے جاؤ [۲] (حدیث اگلے صفحہ کے حاشیہ پر دیکھیں)

---

[۱]: ج۱۸ وسائل باب ۱۱ صفات قاضی حدیث۱

*عن الصادق عليه السلام ينظر انمن كان منكم ممن قدروى حديثنا و نظر فى حلالنا وحرامنا وعرف احكامنا فليرضوا به حكماً فانى قدجعلته عليكم حاكما ، فاذا حكم بحكمنا فلم يقبل منه فانما استخف بحكم الله وعلينا رد، والراد علينا الراد على الله وهو على حد الشرك بالله) .

۳۔ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنی توقیع مبارک میں فرماتے ہیں : **اما الحوادث الواقعۃ فارجعوا فیھا الیٰ رواۃ حدیثنا فانّھم حجّتی علیکم وانا حجۃ اللہ** ـــــ شرعی احکام اور دیگر پیش آنے والے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرو جو ہماری روایات نقل کرتے ہیں۔ (اور ان روایات سے احکام الٰہی کا استنباط کرتے ہیں) چونکہ وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں۔ اور میں خدا کی طرف سے حجت ہوں۔

صاحب جواہر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : امام صادق علیہ السلام کے اس فرمان سے ـــ **فانی جعلتہ علیکم حاکما** ـــ (میں نے اس کو تمہارے لئے حاکم قرار دیا ہے) ظاہر ہوتا ہے کہ جس میں مذکورہ شرائط موجود ہوں حضرت کی طرف سے اُسے حاکم اسلامی والے تمام اختیارات حاصل ہیں۔

← ۲ ج۱۸ وسائل باب اول صفات قاضی حدیث ۵ عن الصادق علیہ السلام (ایاکم ان یحاکم بعضکم بعضا الی اہل الجور ولکن انظروا الی رجل منکم یعلم شیئا من قضایانا فاجعلوہ بینکم فانی قدجعلتہ قاضیا فتحاکموا الیہ) .

بلکہ امام آخر الزمان کا فرمان (فانهم حجتی علیکم وانا حجۃ اللہ) کہ وہ (فقہاو مجتہدین) میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں حجت خدا ہوں) زیادہ ظہور رکھتا ہے اس میں کہ جن امور میں خود حضرت لوگوں پر حجت ہے۔ (اور لوگوں کو انکی اتباع کرنا چاہیئے) ان تمام امور میں جامع الشرائط فقیہ حضرت کی طرف سے لوگوں پر حجت ہے اور لوگوں کو اسکی اتباع کرنا چاہیئے۔ کہ منجملہ ان امور کے حدود و تعزیرات کا اجراء ہے۔ یعنی جسطرح حدود و تعزیرات کا اجراء اور مسلمانوں کے دیگر اجتماعی، انفرادی اور سیاسی امور کی تدبیر امام کے وظائف و اختیارات میں سے ہے اور لوگوں پر لازم ہے کہ ان تمام امور میں امام کی اتباع کریں اسی طرح زمانۂ غیبت امام میں خود امام کی طرف سے یہ اختیارات جامع الشرائط مجتہد فقیہ کو حاصل ہیں (کہ جسے دوسرے لفظوں میں ولایت فقیہ کہا جاتا ہے) اور لوگوں پر لازم ہے کہ بعنوان نائب امام اور منتخب امام، اسکے حکم کی اتباع کریں۔ ورنہ بقول امام علیہ السلام جس نے اس کے حکم کو قبول نہ کیا ایسا ہے کہ اس نے ہمارے حکم کو قبول نہیں کیا۔ اور جس نے ہمارے حکم کو قبول نہ کیا گویا اس نے حکم خدا کو قبول نہیں کیا اور حکم خدا کو قبول نہ کرنا شرک ہے۔

اور اجض روایات ہیں ــــ فانہم حجتی علیکم ــــ کی بجائے ــــ فانہم خلیفتی علیکم ــــ (یعنی فقہا ومجتہدین میرے خلیفہ ہیں کے الفاظ موجود ہیں۔ جن سے واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ جامع الشرائط مجتہدین کو اسلامی معاشرہ چلانے اور اسکی اصلاح کے متعلق تمام امور میں اختیارات حاصل ہیں۔

چونکہ خلیفتی ــــ سے مراد ہے کہ تمام مربوطہ مراحل میں خلافت حاصل ہے جس طرح کہ آیۂ شریفہ میں ارشاد ہے ــــ یا داؤد انّا جعلناك خلیفۃً فی الارض فاحکم بین النّاس بالحق۔ (اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ پس تم لوگوں کے درمیان حکم کرو اور انکے فیصلے کیا کرو) ۔ تو یہاں بھی خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ کے تمام انفرادی، اجتماعی، عبادی اور سیاسی امور چلانے میں تم میرے خلیفہ ہو اور تمہیں یہ تمام اختیارات میری طرف سے حاصل ہیں

۴۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللّٰھمّ انّك قد قلت لنبیّك فیما اخبرتہ من دینك: یا محمد! من عطّل حدًا من حدودی فقد عاندنی وطلب بذلك مضادّتی ــــ

(وسائل الشیعہ، جلد ۱۸، باب اول از ابواب مقدمات الحدود، حدیث ۲)

خداوندا! تونے اپنے پیغمبرؐ کو فرمایا ہے کہ ! اے محمدؐ! جو میری حدود میں سے کسی ایک حد کو جاری نہ کرے وہ میرا دشمن ہے۔ اور میرے احکام کے خلاف ہے۔

۵ ۔ آیہ مجیدہ ـــ **الزّانیۃ والزّانی فاجلدوا کلّ واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ** ـــ

(زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔ اور حکم خدا کے نافذ کرنے میں تم کو انکے بارے میں کسی قسم کا رحم و ترس نہیں کرنا چاہیئے) (سورہ نور، آیت ۲)۔

اور آیہ مجیدہ ـــ **والسّارق والسّارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ** ـــ (سورہ مائدہ، آیت ۳۸)

(اور چور خواہ مرد ہو یا عورت تم (اس برے عمل کی وجہ سے) اسکا ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ سزا خدا کی طرف سے معین کی گئی ہے۔

ان آیات میں زانی اور چور کی حد (سزا) بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان حدود کے اجراء میں رحم و شفقت مانع نہ ہو۔ اور مذکورہ روایت کے مطابق خدا نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا ہے کہ جو میری حدود کو جاری نہ کرے وہ میرا دشمن ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے

کہ حدود کے احکام کسی خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ جسطرح پیغمبرؐ و ائمہؑ کے زمانہ میں ان کا اجرا ضروری تھا اب بھی ضروری ہے۔

البتہ اس زمانہ میں ان حدود کے اجراء کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ عام لوگ ان حدود کو جاری کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جامع الشرائط مجتہدین اور فقہا ان حدود کو جاری کریں۔ پہلی صورت میں تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ عام لوگ جن میں اجراء حدود کی شرائط نہیں پائی جاتیں وہ اجرا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا دوسری صورت ہی باقی رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جامع الشرائط مجتہدین ہی حدود الٰہی کو جاری کر سکتے ہیں کہ جنہیں امام کی طرف سے نیابت حاصل ہے اور امام نے جن کے متعلق خود فرمایا ہے —

فانهم حجتی — (یہ میری طرف سے تم پہ حجت ہیں) —

فانهم خلیفتی — (یہ میرے خلیفے اور نائب ہیں۔

٦۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ مکتب و مذھب میں باقی قوانین کے علاوہ کچھ ضامن اجراء قوانین بھی ہوتے ہیں جب ایک معاشرہ کسی دین و مذھب کا پابند ہو اگر اس معاشرہ میں وہ ضامن اجراء قوانین جاری نہ کیئے جائیں تو اس مذھب و مکتب کے

قوانین پر عمل نہیں ہوگا (مخصوصاً ان قوانین پر جو عقل اور طبع سالم کے تو مطابق ہیں لیکن شیطانی خواہشات کے مخالف ہیں) اور بسا اوقات پورا مکتب بھی ختم ہو کر رہ جائیگا۔

پس ہر اس معاشرہ میں جو مذہب و دین اسلام کا پابند ہے خود مذہب اور اسکے قوانین کی بقاء کے لئے ضامن اجراء قوانین کا جاری کرنا ضروری ہے اور اس زمانہ میں ان قوانین کے اجراء کا اختیار مجتہدین کو حاصل ہے۔

۷ ۔ یہ بھی واضح ہے کہ جس معاشرہ میں حدودِ الٰہی کا اجراء نہ ہو اس میں فحشاء ، فساد اور ہر قسم کی برائی پھیلنے کا خطرہ ہے۔ اور معاشرہ کو برائی سے بچانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ (وعظ و نصیحت اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ) حدود کا اجراء کیا جائے۔ خواہ زمانہ ظہور امام ہو یا زمانۂ غیبت ۔ بالفاظ دیگر اسلامی حدود و تعزیرات کا مقصد و فلسفہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ میں واجبات کے انفرادی و اجتماعی ، منافع کی حفاظت کی جائے اور محرمات کے مفاسد و نقصانات سے معاشرہ کی حفاظت کی جائے ۔ یہ مقصد و فلسفہ اُس زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں جس میں امام موجود ہوں بلکہ تمام زمانوں میں اور تمام انسانی

معاشروں کے لئے ہے ۔ اور جو کچھ احکام کی ادلہ اور ان کے فلسفہ سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان حدود و احکام کی علت اور ملاک خود انسان اور انسانی معاشرہ ہے نہ حاکم (یعنی ان حدود و تعزیرات کا نافذ کرنے والا) پس جب تک علت (انسان و معاشرہ انسانی) باقی ہے معلول، یعنی احکام حدود و تعزیرات کا باقی رہنا بھی ضروری ہے ۔ چونکہ علت کے ساتھ معلول کا ہونا لازمی ہے، اور جب حدود و تعزیرات باقی ہیں تو ان کا نافذ کرنیوالا بھی ہونا چاہیئے ۔ اور اس زمانہ میں فقہا و مجتہدین ہی نافذ کر سکتے ہیں ۔

۸ ۔ اسلامی فقہ کے مختلف ابواب میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ فقہاؑ نے اسلامی معاشرہ سے متعلق ان تمام امور میں جو امام سے مربوط ہیں، جامع الشرائط مجتہد کو نائب قرار دیا ہے اور فقہ کے مختلف ابواب میں وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان تمام امور میں مجتہدین کی طرف رجوع کیا جائے ۔ مثلاً یتیم، مجنون اور جو شخص گم ہو گیا ہے، ان تمام کے مال میں تصرف کرنے کا حق امام کو حاصل ہے ۔ یعنی اگر یتیم کا کوئی ولی نہ ہو تو امام علیہ السلام کسی کو بعنوان ولی معین فرمائیں گے ۔ اور تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ زمانۂ غیبت میں یہ حق جامع الشرائط

مجتہد کو حاصل ہے ۔ اسی طرح اس شخص کو حق ادا کرنے پر مجبور کرنا جو کسی کا حق ادا نہ کر رہا ہو۔ خمس وزکواۃ لینا اور اسے صرف کرنا ، چاند کے ثبوت کا حکم کرنا ، جو شخص لاپتہ ہے (خاص شرائط کے تحت) اس کی بیوی کو طلاق دینا ، اقامۂ نماز جمعہ وغیرہ ، یہ سب اختیارات زمانۂ غیبت میں (امام کی طرف سے) جامع الشرائط مجتہدین کو حاصل ہیں اور ان امور میں اور حدود و تعزیرات کے اجراء میں کیا فرق ہے۔ جس طرح یہ اختیارات مجتہدین کو حاصل ہیں اسی طرح حدود و تعزیرات کا اجرا بھی ان کے اختیارات میں داخل ہے ۔

مرحوم محقق ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : سب شیعہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جامع الشرائط مجتہد کو زمانۂ غیبت امام میں ائمہ علیہم السلام کی طرف سے ان تمام امور میں نیابت حاصل ہے جو قابل نیابت ہیں ۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے مسئلہ قتل اور حدود کو استثناء کیا ہے ۔

صاحب جواہر علیہ الرحمۃ ، بعض اصحاب کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : بعض حضرات نے امام کے اس فرمان — **انی جعلته علیکم حاکماً، قاضیاً وحجة وخلیفة** — کہ میں نے مجتہدین و فقہا کو تمہارے لئے حاکم اور قاضی قرار دیا ہے اور وہ میری طرف سے

تم پر حجت ہیں اور میرے خلیفہ ہیں) میں غور و فکر نہیں کیا۔ حالانکہ ان کلمات و فرامین میں غور و فکر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام نے اسلامی معاشرہ سے متعلق تمام امور میں ان کو اپنا نائب قرار دیا ہے۔ اور اس سے متعلقہ تمام اختیارات عطا فرمائے ہیں کہ منجملہ ان کے حدود و تعزیرات بھی ہیں۔ البتہ بعض امور میں فقہاء کو اختیارات نہیں دیئے، مثلاً دعوتِ اسلام کے لئے ابتدائی طور پر کفار سے جہاد کرنا۔

اس کے بعد صاحب جواہر فرماتے ہیں: زیادہ تعجب ان حضرات سے ہے جنہوں نے روایت محمد بن اشعث کو دلیل قرار دیا ہے کہ فقہاء کو حدود و تعزیرات کے اجراء کا حق حاصل نہیں، حالانکہ روایت ضعیف ہے اور خود اشعث کی کتاب معتبر بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدود و تعزیرات کا اجراء اور اسلامی معاشرہ سے متعلق باقی امور کا اختیار سب سے پہلے امام علیہ السلام کو حاصل ہے اور انکے بعد یہ اختیار اس کو حاصل ہے جسے امام علیہ السلام اجازت دیں۔ اور زمانۂ غیبت میں خود امامؑ نے جامع الشرائط مجتہدین کو یہ تمام اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

گیارھویں فصل

حدود و تعزیرات کے اجراء میں عام لوگوں کا وظیفہ

سابقہ مسائل سے یہ واضح ہو گیا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے آخری مراتب کا انجام دینا اور اسی طرح حدود و تعزیرات کا اجراء بعنوان نائب امام جامع الشرائط مجتہدین کے اختیارات میں سے ہے۔

اب اس فصل میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عام لوگوں پر واجب ہے کہ ان امور کے انجام دینے میں مسئولین کی مدد کریں۔ اس مطلب پر چند دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ آیۂ شریفہ ___ **تعاونوا علی البر والتقویٰ** ___ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے مومنین! تم پر لازم و واجب ہے ہر نیک اور واجب عمل کو انجام دینے اور ہر عمل حرام کو ترک کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مذکورہ امور ان دینی، سیاسی اور اجتماعی امور میں سے ہیں کہ جن کے انجام دینے پر فقط ایک فرد یا دو قادر نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تک پوری طرح انجام نہیں

ہو سکے تب تک سب ملکر انجام نہ دیں۔

۲۔ آیۂ مجیدہ ـــ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ـــ (اور تم مومنین اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہونا چاہیئے جو لوگوں کو اعمالِ نیک کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ اور ایسے ہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونگے)

یہ آیۂ مجیدہ اُن تمام لوگوں پر جو تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو اعمال نیک بجالانے پر آمادہ کر سکتے ہیں اور برے کاموں سے روک سکتے ہیں، لازم قرار دے رہی ہے کہ اس عظیم فریضۂ الٰہی پر عمل کریں۔ اور جو لوگ خود اس فریضہ کو انجام دے سکتے ہیں انہیں انجام دینا چاہیئے۔ اور جو لوگ خود انجام نہیں دے سکتے، انہیں چاہیئے کہ کم از کم اس فریضہ کی انجام دہی کیلئے مالی اور غیر مالی امداد سے دریغ نہ کریں۔

خداوند عالم سب کو یہ فریضہ انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ والحمد للہ اولاً وآخراً وظاھراً وباطناً . . . . پایان۔

۹ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۳
صبح ۷ بجے قم ایران
سید فیاض حسین نقوی